امت مسلمہ

فہرست مضامین

÷	امت مسلمہ	939
ض	دنیا کی مظلوم ترین قوم	940
ض	امتِ مسلمہ ایک طاقت	944

☆......☆......☆

دنیا کی مظلوم ترین قوم

انسانی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے ظلم واستبداد، وحشت و بربریت اور انسان کو انسان کے ہاتھوں جس حیوانیت کا سامنا مختلف ادوار میں کرنا پڑا، اس کو پڑھتے ہوئے شریف النفس انسان کے رونگٹھے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ظلم وسفا کی کی بدترین شکل اس وقت سامنے آتی ہے جب (جابر) بادشاہ کسی ملک میں حملہ آور اور فاتح کی حیثیت سے داخل ہوتے ہیں تو مفتوح قوم کا جو حال ہوتا ہے، اللہ تعالی نے سورۂ النمل میں اس کا ذکر فرمایا ہے کہ ''بادشاہ جب کسی ملک میں گھس آتے ہیں تو اسے خراب اور اس کے عزت والوں کو ذلیل کرتے ہیں'' اس ایک آیت میں امپریلزم اور اس کے اثرات ونتائج پر بہت عمیق تبصرہ کیا گیا ہے۔ بادشاہوں اور طاقتور اقوام کی ملک گیری اور فاتح اقوام کی دوسری قوموں پر دست درازی کبھی اصلاح اور خیر کے لئے نہیں ہوتی۔ اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دوسری اقوام کو خدا نے جو رزق دیا ہے اور جو وسائل وذرائع (resources) عطا کئے ہیں ان پر قبضہ کرکے وہ خود خوب خوب فائدہ اٹھائیں اور اس قوم کو مختلف طریقوں سے اتنا بے بس کردیں کہ وہ کبھی ان کے مقابلے میں سر اٹھا کر اپنا حصہ نہ مانگ سکیں۔ اس غرض کے لئے وہ اس کی خوشحالی اور طاقت اور عزت کے تمام ذرائع ختم کردیتے ہیں۔ اس کے جن لوگوں میں اپنی خودی کا کوئی دم داعیہ ہوتا ہے انہیں کچل کر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے افراد میں غلامی، خوشامد، ایک دوسرے کی کاٹ ایک دوسرے کی جاسوسی، فاتح اور طاقتور کی نقالی، اپنی تہذیب کی تحقیر اور فاتح تہذیب کی تعظیم اور ایسے دوسرے کمینہ اوصاف پیدا کردیتے ہیں اور انہیں بتدریج اس بات کا عادی بنادیتے ہیں کہ وہ اپنی مقدس سے مقدس چیز کو بھی بیچ دینے پر بھی تیار ہوجاتے ہیں۔ اور اجرت پر ہر ذلیل سے ذلیل خدمت انجام دینے میں تأمل نہ کریں۔

علامہ اقبال نے شاید اسی نظریہ کے تحت فرمایا تھا:

اسکندر ودارا کے ہاتھوں جہاں میں
سو بار ہوئی حضرت انسان کی قبا چاک

تاریخ میں جو کچھ اسکندر، دارا، ہلاکو، چنگیز یا دیگر بادشاہان وقت کے ہاتھوں ہوا وہ تو ہوا، کیا آج اکیسویں

صدی کا نام نہاد مہذّب (Civilized) اور ترقی یافتہ انسان اتنا بھی نہیں کرسکتا کہ فسلطینی قوم کو مظلومیت کی آخری حدوں کو چھونے والی کیفیت سے نکال کرسکھ کا سانس لینے کا موقع فراہم کرے۔ بیسویں اور اکیسویں صدی میں مسلمانانِ عالم کی ساتھ بالعموم اور فلسطینی اور کشمیری مسلمانوں کے ساتھ بالخصوص علم وسائنس اور آزادی وجمہوریت کے دور میں جو کچھ ہوا وہ دنیا کے کسی بھی قانون کے مطابق جائز نہیں۔

دنیا میں رائج کسی بھی اصول، قانون اور میزان پران دوقوموں کا مقدمہ رکھئے تو اسرائیل اور بھارت دنیا کے ظالم ترین اقوام میں شمار ہوجائیں گے۔ فلسطین کی تاریخ کا ایک بےلاگ جائزہ کے ذریعے دیکھ لیجئے کہ یہ خطہٗ زمین زیادہ مدت تک کس کا مسکن رہا ہے۔ یہودی قوم داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی یہاں بادشاہت کی بناء پر اپنا حق جتاتے ہیں اور بیت المقدس کی بنیادوں کو مسمار کراکر ھیکل سلیمانی کی بنیادیں ڈھونڈنا چاہتے ہیں۔ دنیا کا مسلمہ اصول ہے کہ اس اولاد کو باپ دادا کی میراث کا حقدار سمجھا جاتا ہے جو باپ دادا کے لئے نیک نامی کا باعث ہوں نہ کہ بدنامی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب بیت المقدس مسلمانوں کے قبضے میں آیا تو اس مقدس عبادت گاہ کی صحن میں گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے جس کو حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھوں سے صاف کیا۔ اس وقت عیسائیوں کے پادری نے خلیفہٗ ثانی عمرؓ کو عیسی علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ پر قائم چرچ (Nativity Church) میں نماز ادا کرنے کی دعوت دی لیکن آپؓ نے فرمایا کہ نہیں یہ عیسائیوں کی عبادت گاہ ہے اگر میں نے یہاں نماز پڑھ لی تو مسجد کا حصہ شمار ہوجائے گا جو میں نہیں چاہتا۔ مذاہب کے درمیان باہمی احترام کے لئے یہ وہ بنیادیں ہیں جو مسلمانوں نے ڈالی تھیں۔

فلسطین میں دنیا بھر کے یہودیوں کی مسلمانان عرب نے جگہ دی تھی اور جب تک یہودیوں میں صیہونیت کی نظریات نے جگہ نہیں بنائی تھی دونوں قومیں اپنی اپنی دینی روایات کے ساتھ ٹھیک ٹھاک بسیرا کئے ہوئے تھیں۔

یورپ سے نازی ازم کے تحت جب یہودیوں کو دیس نکالا ملا تو ان خانہ خرابوں کو جائے پناہ اگر کہیں ملی تو وہ مسلمانوں کے ہاں۔ ترکی میں آج بھی ایک کثیر تعداد میں یہودیوں کی موجودگی اس زمانے کی یاد دلاتی ہے جب ترکوں کے ہاں ان کو جائے راحت ملی تھی۔

یہودی مسلمانوں کے وہ تمام احسانات بھلا کر آج مسلمانان فلسطین پر ظلم وستم کے وہ پہاڑ توڑ رہے ہیں کہ چھے ماہ اور ایک سال کے معصوم بچے بھی نشانہ بن کر یہودیوں کے سنگدلی کا ناقابل تردید ثبوت پیش کررہے

ہیں۔انسانی تاریخ کے مختلف اداروں میں انسانی ظلم کے شکار ایسے ہی بچے ہوں گے جن سے روز آخرت اللہ تعالیٰ ظالموں پر اتمام حجت کے لئے پوچھیں گے۔''بِاَیِّ ذَنۡبٍ قُتِلَتۡ''''(میرے معصوم شہیدو!) کس گناہ کی پاداش میں تمہیں قتل کیا گیا تھا'' میرے خیال میں ان معصوم کلیوں کو کچلنے اور مسلنے والوں کو کبھی معاف نہیں کیا جائے گا لیکن ان کے ساتھ شاید آج کے چھپن اسلامی ممالک کے مقتدر طبقات کو بھی پوچھا جائے گا جو منہ میں گھنگھنیاں ڈالے اپنے ایمان کے اضعف (کمزورترین) طاقت کا بھی اظہار نہیں کرتے کہ کم از کم زبانی طور پر اسرائیلی مظالم کی کھل کر مذمت کرلیں۔غضب خدا کا، ایک ارب مسلمانوں کی موجودگی میں فلسطینی مسلمانوں کو کبھی صابرہ، وشتیلہ کے کیمپوں بند کر کے چوہے اور بلیاں کھانے پر مجبور کردیا جاتا ہے اور کبھی غزہ کی پٹی میں محصور کیا جاتا ہے اور ان پر ضعیفوں، خواتین اور بچوں سمیت کھانا پینا اور دوائیاں بند کردی جاتی ہیں اور ان کے پہلو میں عرب دنیا کی بڑی مملکت جمہوریہ مصر، امریکہ اور اسرائیل کے خوف سے اپنے پیسوں پر فلسطینیوں کو کھانے پینے کی چیزیں نہ بھیج سکتا ہے نہ فروخت کرسکتا ہے۔

اقوام متحدہ کی قراردادوں، کیمپ ڈیوڈ اور اوسلو معاہدات، یا سر عرفات اور محمود عباس تک کی سیاست اور سفارت کاری فسلطینیوں کو حق زندگی تک دینے میں ناکام رہی ہے۔امریکہ اور یورپ کی خواہش ومنشاء پر جمہوریت کی دیوی بھی ان کے مسائل حل کرنے کی بجائے اور بھی بگاڑ کرگئی۔کیونکہ اس کا نتیجہ ''حماس'' تھا۔ مغربی جمہوریت کا یہی دوغلاپن ہے جو مسلمانوں میں مقبول نہیں ہو پارہا۔

آج کی دنیا کی اس مظلوم ترین قوم کے حق میں کہیں سے اگر خیر کی کوئی آواز اٹھتی ہے تو وہ مسلمان عوام ہے یا ملکی سطح پر اسلامی جمہوریہ ایران ہے جو ہر مشکل کے وقت فلسطین کی دامے درمے سخنے اور قدمے مدد کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ایران کی عبقری شخصیت اور روحانی بزرگ محترم آیت اللہ خامنہ ای نے بروقت آواز دی ہے کہ امتِ مسلمہ فلسطینیوں کی مدد کے لئے اٹھ کھڑی ہو۔کیا کوئی ہے جو اس آواز پر لبیک کہہ سکے اور فلسطینیوں کی نسل کو معدوم ہونے سے بچا سکے۔علامہ اقبالؒ نے اپنے وقت میں حضرت مجددالف ثانیؒ کے لئے جو شعر کہا تھا آج میں وہ شعر حضرت خامنہ ای کے لئے مستعار لیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ حضرت علامہ اقبالؒ اس پر میری تحسین فرمائیں گے۔ ؎

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
خدا نے بروقت کیا جس کو خبردار

لیکن بعض اوقات یہ دیکھ کر حیران و پریشان ہو جاتا ہوں کہ ایک طرف تو خامنہ ای امریکہ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے والے حماس کی مدد و تائید کا اعلان کرتے ہیں اور دوسری طرف محمود احمدی نژاد عراق میں امریکی کٹھ پتلی نوری المالکی اور جلال طالبانی کی ایک ارب ڈالر سے مدد کرنے کا مژدہ سناتے ہیں۔ ملکی و قومی مفادات کے نام پر اس قسم کے کاموں کے لئے جواز ڈھونڈنا آسان سہی لیکن ہم جیسے خوگر حمد یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ:

؎ خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہئے۔

☆......☆......☆

امتِ مسلمہ ایک طاقت

آج کے حالات میں یہ بات کرنا یا اس موضوع کو بحث کے لئے منتخب کرنا کہ امتِ مسلمہ ایک طاقت ہے، بعض لوگوں کے نزدیک شاید مذاق سے کم نہ ہو، لیکن میں امتِ مسلمہ کے پوشیدہ خزانوں پر نظر رکھتے ہوئے بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ ہماری ملتِ اسلامیہ جن قوتوں اور صلاحیتوں کی مالک ہے، وہ اتنی بے بضاعت بھی نہیں کہ ہم اپنی امت کے بارے میں مایوسی کے شکار ہو جائیں۔ امت کی ان صلاحیتوں کو بروئے کار لانے اور انسانیت کی فلاح کے لئے استعمال کرنے کے لئے بس ذرا سا سلیقہ اور ڈھنگ چاہئے۔

ہماری امت کی پہلی طاقت اس کی افرادی قوت ہے۔ آج دنیا میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً ایک ارب سے اوپر ہے اور اتنی کثیر تعداد کی وجہ سے ہمارے یہ لوگ دنیا کے تقریباً سارے براعظموں میں موجود ہیں۔ ان لوگوں کے پاس عقیدۂ توحید اور رسالت کی صورت میں ایک ایسی عظیم اور بے بدل نعمت اور طاقت ہے جو دنیا میں کسی اور کے پاس نہیں۔ دنیا کے مغربی حصّوں میں گو کہ ایسے لوگ رہتے ہیں کہ وہ اپنی دانست میں عقل کل کے مدعی اور اپنے سارے معاملات عقل کے زور پر حل کرانے پر مصر اور تلے ہوئے ہیں لیکن صرف عقل کی بنیاد پر مسائلِ زندگی حل کرانے کا جو نتیجہ سامنے آیا ہے، وہ انسانیت کی توہین، مادہ پرستی اور حد درجہ اخلاقی تنزل کے سوا کچھ نہیں۔ لہٰذا اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ جن لوگوں کے پاس عقیدہ کی طاقت ہی وہ اس کو اچھی طرح صیقل کر کے اگر سائنس و ٹیکنالوجی کے حاملین کے سامنے پیش کر سکے تو شاید انسانیت اندھی سائنس کی کارستانیوں سے جو ہزاروں پاؤنڈ بموں کی صورت میں ہیں، سے محفوظ ہو سکے۔

یہ بات اپنی جگہ قابل بحث ہے کہ افرادی قوت کے لحاظ سے کمیت (تعداد) کے ساتھ کیفیت (استعداد) کو بھی اہمیت حاصل ہے لیکن اس کے باوجود افراد کی عددی قوت سے کسی کو انکار کی مجال نہیں۔ یہ اپنی جگہ ایک ستم ظریفی ہے کہ ہم اپنی عددی قوت کو کنٹرول کرنے کے لئے بہت بے ڈھنگے اور بے ترتیب اور اخلاق سوز انداز میں مہم چلاتے رہتے ہیں۔ لیکن یہی مغربی دنیا جو ہمیں بہبودِ آبادی اور اخلاقی منصوبہ بندی کے لئے امداد مہیا کرتی ہے، اپنے ہاں کی معاشرتی مجبوریوں کے سبب افزائش نسل میں خطرناک کمی کے باعث انتہائی بے چین اور پریشان دکھائی دیتی ہے اور ان کے ماہرینِ عمرانیات و سماجیات اپنی حکومتوں کو معاشرے میں

نوجوانوں کی کمی کا شدید احساس دلاتے رہتے ہیں۔

کاش ہم قرآن وحدیث کی تعلیمات پر توجہ دیتے تو ہمیں معلوم ہوتا افرادی قوت کی کثرت بذاتہٖ ایک عظیم نعمت اور قوت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم کتاب قرآن مجید میں اس کا ذکر انعام واحسان کے طور پر فرمایا ہے۔ "اور یاد کرو وہ وقت جب تم [عددی] لحاظ سے بہت کم تھے، پھر اللہ نے تمہاری تعداد بڑھا دی" لیکن یاد رکھیں کہ اسلام ایک منظّم، صاف ستھرا اور عدل وانصاف پر مبنی دین ہے۔

لہٰذا اسلام مسلمانوں کو اپنے سارے مسائل حل کرنے کیلئے نظم وضبط اختیار کرنے پر بہت زور دیتا ہے۔ اِسی لئے معاشروں میں سوشل جسٹس قائم کئے بغیر اگر بے ھنگم طور پر آبادی بڑھتی رہی تو وہ قوت کی بجائے مصیبت بھی بن سکتی ہے۔ اسلام چونکہ اعتدال کی راہ سکھاتا ہے لہٰذا جہاں مغربی معاشرے آبادی کو کنٹرول کرنے کے حوالے سے بے اعتدالی کے شکار ہیں وہاں شاید ہم اسلام کے نظامِ عدل کے قیام کے بغیر افرادی قوت کی کثرت سے فائدہ اُٹھانے سے محروم ہیں۔

افراد اور معاشروں کے طاقتور بننے کیلئے خالص اور مضبوط عقائد کے بعد دوسری اہم اور ضروری چیز اقتصادی اور معاشی لحاظ سے طاقتور ہونا ہے۔ اِس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتِ مسلمہ پر ساری عنایتوں کی بارش کے باوجود ہم اقتصادی لحاظ سے اتنے کمزور ہیں کہ ہماری ایک کثیر آبادی کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحراؤں، دریاؤں، سمندروں، پہاڑوں، وادیوں اور میدانوں میں وہ خزانے عطا فرمائے ہیں کہ اُن کو اگر صحیح طریقے سے مصرف میں لایا جائے تو عالم اسلام میں کوئی مسلمان روٹی کپڑا مکان اور بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے۔ خلیجی عرب ممالک نے ایک عمر غربت میں گزاری ہے۔ لیکن خشک اور بے آب و گیاہ صحراؤں سے جب تیل کے چشمے اُبل پڑے تو وہاں کے جناتِ ارضی کے مناظر دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہی حال کم وبیش سارے اسلامی ممالک کا ہے کہ وہاں کی زمینیں قدرتی وسائل سے اٹی پڑی ہیں لیکن ہماری بے اتفاقی، تن آسانی اور کم علمی نے اغیار کو اُن کی طرف لالچ بھری نگاہوں اور رال ٹپکتی جبڑوں کے ساتھ متوجہ کیا ہے۔ اِس کے علاوہ جغرافیائی لحاظ سے مسلمانوں کے علاقوں کی جو اسٹریٹیجک اور مذہبی اہمیت ہے اُس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ یہ تین بڑے آسمانی مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام کا گہوارہ ہیں اور دُنیا کی تہذیبوں کی پرورش انہی علاقوں میں ہوئی ہے اور اب بھی خانہ کعبہ اور بیت المقدّس کو جغرافیائی اہمیت کے

لحاظ سے کرۂ ارض کی ناف کی حیثیت حاصل ہے۔

اس کے علاوہ اس وقت جبکہ دنیا سخت اخلاقی بگاڑ کی شکار ہے۔ اربوں چینی، ہندوؤں، یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس کوئی ہمہ گیر اخلاقی نظام موجود نہیں ہے۔ ہمارے پاس نبی ﷺ کی خوبصورت اور قابل عمل تعلیمات کی صورت میں ساری انسانیت کے لئے وہ پیغام موجود ہے جس کی روشنی میں دنیا کی بے راہ روی راہِ راست پر لائی جاسکتی ہے۔

آپؐ نے فرمایا ہے: ''مجھے بہترین اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے''۔ پھر آپؐ کی یہ تعلیمات صرف مسلمانوں کے لئے نہیں ہیں بلکہ آپؐ کو ساری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے اس لئے اسلام اپنی انہی خصوصیات کے باعث دوسرے تمام مذاہب کے مقابلہ میں ایک امتیازی شان رکھتے ہوئے دیگر انسانوں کی ضروریات کا بھی خیال رکھتا ہے۔

اسلام روح و مادہ، عقل و دل اور دین و دنیا کے معاملات نبھانے میں ایک بے مثال توازن و اعتدال قائم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام دنیائے انسانیت کو ایک ایسا معتدل و متوازن نظامِ حیات دیتا ہے جس میں نہ کسی کو دوسرے کے ساتھ زیادتی کا موقع ملتا ہے اور نہ کسی کو نقصان و ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

آج دنیا اسلام کے اس آفاقی، ابدی اور سرمدی پیغام کی سب سے زیادہ محتاج ہے۔ اس لئے کہ اسلام ہی وہ نظریۂ حیات ہے۔ جو انسانیت کو اس بے رحمانہ، مادہ پرستانہ نظام کے ظلم و ستم اور حریصانہ نفع پرستی کی ذہنیت سے نجات دلا سکتا ہے۔

اسی اسلامی زندگی میں وہ روحانی طاقت ہے جو دنیا کو حیا سوز اباحیت کے چُنگل سے آزادی دلا سکتی ہے۔ انسانیت جب ان مسائل سے اسلامی تعلیمات کے ذریعے نکلے گی تو امن و سکون اور خوشی و مسرت سے ہمکنار ہوگی۔ اس کے لئے مسلمانوں کو اپنا داعیانہ اور مبلغانہ کردار دوبارہ اپنانا ہوگا جس میں عمل کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

☆......☆......☆